باب 10

آئین کا فلسفہ

تمہید

اس کتاب میں اب تک آپ ن ہمارے آئین کے کچھ اہم پہلوؤں کا مطالعہ کیا ہے ور اس طریقہ کہ جس طرح گذشتہ نصف صدی میں انھوں نے کام کیا ہے۔ہم نے اس طریقہ کا مطالعہ بھی کیا جس کے ذریعہ آئین کی تشکیل ہوئی۔ لیکن کیا کبھی آپ نے خود سے یہ سوال پوچھا کہ قومی تحریک کے سربرھاان نے، برطانوی حکمرانی سے آزادی کے بعد ایك ایسے آئین کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ انھوں نے خود کو اور آنے والی نسلوں کوآئین کے رشتہ میں کیوں باندہ دیا؟ اس کتاب میں، آپ نے آئین ساز اسمبلی میں ہوئے بحث ومباحثوں کا بار ھا دورہ کیا۔لیکن یہ سوال اٹھایا جانا چاہئے کہ آئین کے مطالعہ کا، آئین ساز اسمبلی میں ہوئے بحث و مباحثہ کے تجربہ سے باھمی رشتہ کیا ہے؟ اسی سوال پر موجودہ باب میں بحث ہو گئی۔دوسرے، یہ سوال پوچھنا بھی اھمیت رکھتا ھے کہ ھم نے خود کو کس قسم کا آئین دیا ہے؟ اس کے ذریعہ ھم کون سے مقاصد حاصل کرنے کی توقع رکھتے تھے؟ کیا ان مقاصد کا کوئی اخلاقی متن ہے؟ اگر ہے تو وہ بعینہ کیا ہے؟ اس سیاسی بصیرت کی مضبوطی اور بندشیں کیا ھیں اور عملی طور پر، آئین کے حصوں اور کمزوریاں؟

ایسا کرنے میں، ھم سمجھنے کی کوشش کرتے ھیں کہ آئین کا فلسفہ کیا ہے۔

اس باب کے مطالعہ کے بعد، آپ سمجھنے کے قابل ہوں گے:

- فلسفہ، آئین کا مطالعہ کیوں اھمیت رکھتا ہے؛
- آئین ھند کے باطنی پہلو کیا ھیں؛

© NCERT not to be republished

- اس آئین کی تنقیدیں کیا ھیں؛ اور
- آئین کی بندشیں کیا ھیں۔

فلسفۂ آئین کے کیا معنی ہیں؟

بعض لوگوں کا یقین ہے کہ کوئی آئین محض قوانین پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ کہ قوانین ایک چیز ہیں جب کہ اقدار اور اخلاق دوسری چیز۔ لہٰذا ہم آئین کے تئیں ایک قانونی نا کہ فلسفیانہ نظریہ کو اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ باب اس چیلنج کا جواب دے گا۔ یہ سچ ہے کہ تمام قوانین کا اخلاقی متن نہیں ہوتا، لیکن بہت سے قوانین ہماری گہرائی سے پکڑی ہوئی اقدار سے مربوط ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک قانون، زبان یا مذہب کی بناد پر امتیاز کو ممنوع قرار دے سکتا ہے۔ ایسا قانون، مساوات کے تصور سے جڑا ہوا ہے۔ ایسا قانون اس لئے موجود ہے کیوں کہ ہم مساوات کو، اہمیت دیتے ہیں۔ لہٰذا، قوانین اور اخلاقی اقدار کے درمیان تعلق ہے۔

چنانچہ، ہمیں آئین کو اس نظریہ سے دیکھنا چاہئے کہ یہ بعض اخلاقی بصیرت پر بنی ہے۔ آئین کے تئیں ہمیں سیاسی فلسفہ کے نظریہ کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ آئین کے تئیں سیاسی فلسفہ کے نظریہ کے کیا معنی ہیں؟ ہمارے ذہن میں تین چیزیں ہیں۔

- اول، ہمیں آئین کے نظریاتی ڈھانچہ کو سمجھنے کی صرورت ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی ہیں کہ ہمیں اس طرح کے سوال پوچھنے چاہئے: جیسے۔ آئین میں استعمال کئے گئے الفاظ ''حقوق''، ''شہریت''، ''اقلیت'' کے ممکنہ معنی کیا ہیں؟
- مزید یہ کہ، ہمیں آئین کے بنیادی نظریات کی تشریح پر بنی، معاشرہ اور مملکت کے ایک جامع تصور کا خاکہ تیار کرنا چاہیے۔ آئین میں مضبوطی سے جمے ہوئے معیاروں کے مجموعہ پر ہماری بہتر گرفت ہونی چاہیے
- ہمارا آخری نکتہ ہے: آئین ہند کا مطالعہ، آئین ساز اسمبلی میں ہوئے بحث ومباحثوں کے تعلق سے کرنا چاہیے تا کہ ایک اعلی وعمدہ نظریاتی سطح تک پہونچا جا سکے، آئین میں مضبوطی سے جمی ہوئی اقدار کو حق بجانب قرار دیا جا سکے۔ کسی قدر (Value) فلسفیانہ سلوک نامکمل

کیا اس کے معنی یہ ھیں کہ ھر آئین کا ایك فلسفہ ھوتا ھے؟ یا یہ کہ صرف کچھ ھی آئین اپنا فلسفہ رکھتے ھیں؟

ہے جب تک اس کا تفصیلی جواز پیش نہ کیا جائے۔

جب ہمارے آئین سازوں نے، ہمارے معاشرہ اور مملکت کو اقدار کے ایک مجموعہ کے ذریعہ رہنمائی کرنے کا ارادہ کیا ہوگا تو یقیناً، ان کے ذہن میں اس کی کچھ وجوہات رہی ہوں گی۔ ان میں سے بہت سی اقدار کا اظہار بھی نہیں ہوا ہوگا۔

آئین کے مطالعہ کے لئے فلسفیانہ نظریہ کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے تاکہ اس میں اظہار کردہ اخلاقی متن کو تلاش کیا جائے، اس کے دعووں کو پرکھنے کے لئے اور ہماری مملکت میں بنادی قدروں کی مختلف تشریحات پر گفتگو اور دلیل دینے کے لئے اس کا استعمال کیا جاسکے۔ یہ ظاہر ہے کہ مختلف سیاسی میدانوں، مجالس قانون ساز، جماعتی جلسوں، پریس، اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں، ان میں سے بہت سے معاروں کو چیلنج کیا جاتا ہے، بحث ومباحثہ ہوتے ہیں اور مقابلہ آرائی بھی ہوتی ہے۔ ان معیاروں کی مختلف تشریحات کی جاتی ہیں اور بعض اوقات جان بوجھ کر، وقتی اور محدود مفادات کے موافق ان کی تشریح

1947 کا جاپانی آئین، ''آئین'' کے نام سے مقبول عام ہے۔ اس کی تمہید کہتی ہے کہ ''ہم جاپانی عوام پر دور میں امن کے خواہاں ہیں اور انسانی رشتوں کو گرفت میں رکھنے والے اعلیٰ معیاروں کے تئیں گہرا شعور رکھتے ہیں۔''

گویا جاپانی آئین کے فلسفہ کی بنیاد امن کے معیار پر قائم ہے۔ جاپانی آئین کی دفعہ 9 کہتی ہے:

(1) امن وانصاف پر بنی بین الاقوامی امن کے تئیں سنجیدگی سے خواہاں، جاپانی عوام، ہمیشہ کے لئے، جنگ کو کسی قوم کے مقتدرانہ حق یا بین الاقوامی تنازعات حل کرنے کے لئے طاقت کی دھمکی یا استعمال سے دست بردار ہوتے ہیں۔

(2) مذکورہ بالا مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے، بری، بحری اور ہوائی فوجیں کبھی قائم نہیں کی جائیں گی۔

یہ ظاہر کرتا ہے کہ آئین سازی کا پس منظر کس طرح آئین سازوں کے ذہن پر حاوی ہے۔

ہاں، یقینا، مجھے آئین کی مختلف تشریحات کے اس مسئلہ کا علم ہے۔ ہم نے اس پر گذشتہ باب میں تحت کی تھی ۔ کیا نہیں کی تھی؟

ہوتی ہے۔ ہمیں یہ تجربہ کرنا چاہیے کہ ایک آئینی معیار اور دوسرے میدانوں میں کوئی سنجیدہ تفریق تو نہیں ہے۔ بعض اوقات ایک ہی معیار کو مختلف اداوں کے ذریعہ مختلف طریقہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان مختلف تشریحات کا تقابلہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ آئین میں معیار واقدار کا اظہار واضح اختیار کا مالک ہے تو اس کا استعمال، معیار یا اقدار کی تشریح کے تنازعہ میں کیا جانا چاہیے۔ ہمارا آئین فلسفہ سازی کا کام کرتا ہے۔

آئین بحیثیت جمہوری تبدیلی کا ذریعہ

پہلے باب میں ہم نے مطالعہ کیا کہ لفظ آئین کے کیا معنی ہیں اور آئین کا ہونا کیوں ضروری ہے۔ عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ آئین رکھنے کی بہت سی وجوہات میں سے ایک استعمال پر پابندی کی ضروت۔ جدید مملکتیں بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ طاقت اور دباؤ پر ان کی بلا شرکت غیرے مکمل اجارہ داری ہے۔ اگر ایسی مملکتوں کے ادارے ان ہاتھوں میں چلے جائیں جو طاقت کا غلط استعمال کرتے ہیں، تو کیا ہوگا؟ اگر یہ ادارے ہمارے تحفظ اور خوش حالی کے لئے بھی قائم کئے جائیں تب بھی وہ آسانی ہمارے خلاف بدل سکتے ہیں۔ ساری دنیا میں مملکت کے اقتدار کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ اکثر مملکتیں بعض افراد اور گروہوں کو نقصان پہونچانے کی جانب مائل ہوتی ہیں۔ اگر ایسے ہوتا ہے تو ہمیں کھیل کے اصول اس طرح طے کرنا ہوں گے کہ مملکتوں کے اس رجحان پر لگاتار نگرنی رکھی جائے۔ آئین اس قسم کے بنیادی اصول مہیا کرتے ہیں اور اس طرح، مملکتوں کو مطلق انسان بنے سے روکتے ہیں۔

نہرو ان دونوں نکتوں کو بخوبی سمجھتے تھے۔ انہوں نے دعویٰ کیا، کہ آئین ساز اسمبلی کا مطالبہ، مکمل مجموعی خودمختاری کی نمائندگی کرتا تھا کیوں کہ ہندوستانی عوام کے ذریعہ منتخبہ آئین ساز مجلس ہی، بغیر کسی باہری دخل انداز کے، ہندوستان کا آئین تیار کرنے کا حق رکھتی تھی۔ دوسرے، ان کی دلیل تھی، آئین ساز مجلس کے معنی عوام کا ایک گروہ یا لائق وکیلوں کی ایک انجمن نہیں۔ اس کی بجائے، یہ ایک محرک قوم ہے جو اپنے سیاسی ماضی کی خول کو اتار پھینک رہی ہے اور شاید معاشرتی ڈھانچہ کو بھی، اور اپنا لباس خود تیار کر رہی ہے۔ ہندوستانی آئین کو ایسی طرز

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آئین ساز مجلس کے ممبران، معاشرتی تبدیلی لانے کے خواہان تھے؟ لیکن ہم یہ بھی کہتے رہتے ہیں کہ اسمبلی یا مجلس میں تمام نقطہ نظر کی نمائندگی کی گئی!

بخشی گئی جو روایتی معاشرتی نسب کی بیڑیوں کو توڑ دے اور آزادی، مساوات اور انصاف کا ایک نیا دور لے کر آئے۔

اس طریقہ کار میں آئینی جمہوریت کے نظریہ کو مکمل طور پر سے تبدیل کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آئین نہ صرف مقتدر عوام پر پابندی عائد کرنے کے لئے موجود ہوتے ہیں بلکہ ان کو بھی طاقت بخشتے ہیں جو روایتی طور پر اس سے محروم رہے ہیں۔ مظلوم و محروم لوگوں کو اجتماعی بھلائی حاصل کرنے کی طاقت، آئین ہی دیتے ہیں۔

ہمیں آئین ساز اسمبلی میں واپس کی ضرورت کیوں ہے؟

ہم پیچھے مڑ کر کیوں دیکھیں اور ماضی سے کیوں وابستہ رہیں؟ یہ ایک قانونی تاریخ داں کا کام ہوسکتا ہے کہ وہ ماضی میں جائے اور قانونی و سیاسی خیالات کی بنیادیں تلاش کرے۔ جن لوگوں نے آئین کی تشکیل کی، ان کے ارادوں اور مقاصد کا مطالعہ کرنے میں، علم سیاست کے طالب علموں کو کیا دل چسپی ہوگی؟ بدلے ہوئے حالات کا جائزہ کیوں نہ لیا جائے اور آئین کی اصول تعمیل کی تعریف پیش کی جائے؟

امریکہ کے حوالہ سے، جہاں آئین 18 ویں صدی میں تیار ہوا، اس وقت کی اقدار اور معیاروں کو 21 ویں صدی میں نافذ کرنا بے وقوفی ہے۔ ہندوستان میں، آئین سازوں کی اصلی دنیا اور موجودہ دنیا کے حالات میں بہت زبردست تبدیلیاں واقع نہیں ہوتی ہیں۔ ہمارے آئین کی تاریخ اب بھی ہماری موجودہ تاریخ ہے۔

سرگرمی

آئین ساز اسمبلی سے اخذ کئے گئے مقولات (CAD) کا دوبارہ مطالعہ کیجئے جو درج ذیل ابواب میں دیے گئے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ان مقولات میں دی گئی دلیلیں ہمارے موجودہ دور کے لئے بھی اہمیت کی حاصل ہیں؟ کیوں؟

(i)۔ باب دوئم میں مقولات

(ii)۔ باب سات میں مقولات

مزید یہ کہ: شاید ہم نے ان حقیقی نکتوں کو بھلا دیا ہو جو ہمارے قانونی اور سیاسی مشاق

© NCERT not to be republished

کے پس پردہ ہیں۔ کیوں کے ہم ان کو کہیں ماضی میں آسانی سے اصل کرلیا تھا۔ اب یہ وجوہات ماضی میں کہیں کھسک گئی ہیں۔ ہمارے شعور کے پردہ سے غائب ہوگئی ہیں اگر چہ وہ ابھی تک ہمارے عمل کو تنظیمی اصول مہیا کراتی ہیں۔ جب سب کچھ اچھا ہو رہا ہو تو ایسی بھول نقصان دہ نہیں ہوتی۔ لیکن جب ایسے اعمال کو چیلنج کیا جائے یا دھکا لگے تو پس پردہ اصولوں سے غفلت نقصان دہ ہوسکتی ہے۔ اختیار میں، موجودہ آئینی عمل یا مشق پر گرفت رکھنے کے لئے، ان کی اہمیت او معنی پر قابو رکھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں سوائے اس کے، کہ ہم واپس آئین ساز مجلس کے بحث ومباحثہ کی تاریخ میں جائیں اور شاید اس سے بھی اور پیچھے تو آبادیاتی دور میں۔ لہٰذا، ہمیں اپنے آئین کے در پردہ پوشیدہ سیاسی فلسفہ کو یاد رکھنے اور بار بار دوہرانے کی ضرورت ہے۔

یہ مشکل ہے وہ ہمیں صاف صاف کیوں نہیں بتا سکتے تھے کہ فلسفہ آئین کیا ہے؟ عام شہری اس طرح چھپے ہوئے فلسفہ کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

ہمارے آئین کا سیاسی فلسفہ کیا ہے؟

اس فلسفہ کو ایک لفظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اس پر کوئی لیبل چپکایا نہیں جاسکتا کیوں کہ یہ آزاد ہے، جمہوری ہے، سیکولر ہے، اور وفاقی ہے، اجتماعی اقدار کے لئے کھلا ہے۔ مذہبی اور لسانی

ایک کارٹون پڑھئے

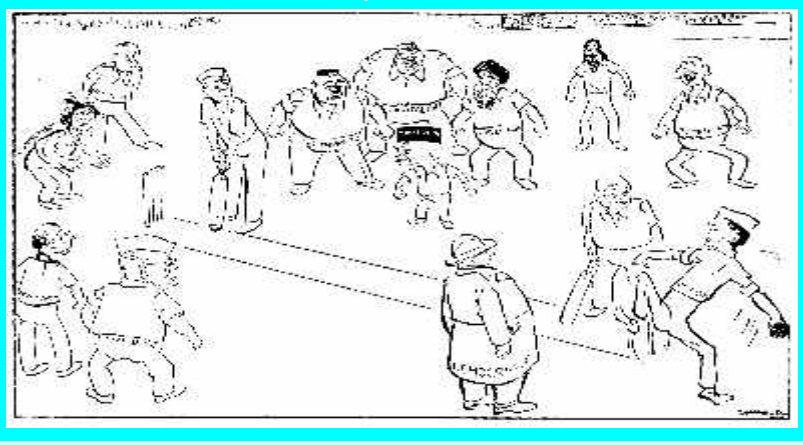

Shankar. Copyright: Children's Book Trust.

جہاں کھیل کے میدان میں سب ہی خیالات ظاہر ہوجاتے ہیں تو جمہوریت امپائر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اقلیتوں یہاں تک کہ تاریخی اعتبار سے محروم طبقات کی ضروریات کے تئیں حساس ہے اور ایک قومی شناخت کی تعمیر کے لئے سنجیدہ ہے۔

اختیار میں، یہ آزادی، مساوات، سماجی انصاف اور قومی اتحاد کی ایک شکل کے تئیں پابند ہے۔ لیکن اس سب کے نیچے، اس فلسفہ کو عمل میں لانے کے لئے پرامن اور جمہوری طریقوں پر واضح دباؤ ہے۔

انفرادی آزادی

آئین سے متعلق پہلا نکتہ جو قابل غور ہے وہ انفادی آزادی کے تئیں آئین کا پابند ہوتا ہے۔ کسی میز کے اردگرد پرسکون گفتگو کے نتیجہ میں معجزاتی طور پر یہ پابندی اخذ نہیں ہوتی۔ اس کی بجائے پوری ایک صدی تک جاری ذہنی اور سیاسی سرگرمی کا نتیجہ تھا۔ انیسویں صدی کے شروع میں، رائے موہن رائے نے، برطانوی نوآبادیائی مملکت کے ذریعہ آزادی پریس کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ رائے نے دلیل دی کہ مملکت کو افراد کی ضروریات کے تئیں جواب دہ ہونا چاہیے اور وہ تمام ذرائع مہیا کرانے چاہئیں جن سے ان کی ضروریات پوری ہوں۔ لہٰذا، مملکت کو اشاعت کی لامحدود آزادی دینی چاہیے۔ اسی طرح، نوآبادیاتی برطانونیہ کے دور میں، ہندوستانی برابر آزادی پریس کا مطالبہ کرتے رہے۔

لہٰذا، یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ آزادی اظہار، آئین ہند کا ایک مربوط حصہ ہے۔ اسی طرح باضابطہ گرفتاری سے آزادی ہے۔ بالآخر، بدنام رولٹ ویکٹ کی قومی تحریک نے جس شدت سے مخالفت کی اس نے یہ آزادی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ اور دوسری آزادیاں جیسے آزادی شعور، لبرل نظریہ کا حصہ ہیں۔ اس بنیاد پر، ہم کہہ سکتے ہیں کہ آئین ہند کا کردار مضبوط آزاد کردار ہے۔ بنیادی حقوق کے اب میں، ہم پڑھ چکے ہیں کہ آئین، انفادی آزادی کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔ یہ یاد کرایا جا سکتا ہے آئین ہند کو قبول کرنے سے چالیس سال قبل، انڈین نیشنل کانگریس کی ہر ایک تجویز اسکیم، مسودہ اور رپورٹ میں انفرادی حقوق کا ذکر موجود تھا نہ صرف سرسری طور پر بلکہ اس ہر گفتگو کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔

معاشرتی انصاف

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آئین ہند حریت پسندانہ (لبرل) ہے اس سے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ یہ قدیمی مغربی معنی میں حریت

© NCERT not to be republished

پسندانہ ہے۔ سیاسی نظریہ کی کتاب میں آپ حریت پسند نظریہ (لبرل ازم) کے بارے میں مزید مطالعہ کریں گے۔ قدیمی حریت پسندی، سماجی یا معاشرتی انصاف اور اجتماعی اقدار کے مقابلہ افراد کے حقوق کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔

اپنی معلومات چیک کیجئے

بتایئے، درج ذیل میں سے کون سے حقوق، انفرادی، آزادی کا کا حصہ ہیں:

- آزادی اظہار
- آزادی مذہب
- اقلیتوں کے ثقافتی، تعلیمی حقوق
- عام مقامات تک مساوی رسائی

ہندوستانی ریت پسندی کے دو چشمے ہیں۔ ایک چشمہ، راجا رام موہن رائے سے شروع ہوا۔ انہوں نے انفرادی حقوق اور خاص طور پر خواتین کے حقوق پر زور دیا۔ دوسرے چشمہ میں کے۔سی۔سین، جسٹس راناڈے اور وویکا نند جیسے مفکرین شامل تھے انہوں نے قدامت پرست ہندومت میں، معاشرتی انصاف کی روح پھونکی۔ ہندو معاشرہ کی ایسی تعمیر تو، حریت پسندانہ اصولوں کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتی تھی۔ **کے۔ایم۔پانیکر**

"حریت پسندی کے دفاع میں" بمبئی، ایشیا پبلشنگ ہاؤس، 1962

معاشرتی انصاف کی بات کرتے وقت ہمیں ہدایتی اصولوں کو نہیں بھولنا چاہیے۔

آئین ہند کی حریت پسندی اس بیان سے دو طرح سے مختلف ہے۔ اول، یہ معاشرتی انصاف

سے وابستہ تھی۔ اس کی بہترین مثال وہ دفعات ہیں جو آئین میں، درج ذیل قبائل اور درج ذیل ذاتوں کے لئے ریزرویشن سے متعلق ہیں۔ آئین سازوں کو یقین تھا کہ جو طبقے صدیوں سے عدم مساوات کا شکار ہیں ان پر قابو پانے کے لئے محض حق مساوات دینا یا رائے دہندگی کے حق کو معنی دینا کافی نہیں تھا۔ ان کے مفادات کے فروغ کے لئے مخصوص دفعات کی ضرورت تھی۔ لہٰذا، آئین سازوں نے درج ذیل ذاتوں اور درج ذیل قبائل کے مفادات کے تحفظ کے لئے، کئی مخصوص اقدامات کئے جیسے مجالس قانون ساز میں ریزرویشن۔ آئین نے حکومت کے لئے یہ ممکن بنایا کہ ان طبقات کے لئے عوامی سیکٹر میں ملازمتوں کا تحفظ دیا جائے۔

تنوع اور اقلیتی حقوق کے تئیں احترام

آئین ہند، مختلف برادریوں کے مابین مساوی احترام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ آسان نہیں تھا۔ اول اس لئے کہ برادریوں میں مساوات کا رشتہ ہمیشہ نہیں ہوتا۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ (جیسے ذات پات کے معاملہ میں) بنی رشتے رکھتے ہیں۔ دوسرے، جب یہ برادریاں ایک دوسرے کو مساوات کی نظر سے دیکھتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کی رقیب بن جاتی ہیں (جیسا کہ مذہبی برادریوں کے معاملہ میں)۔ آئین سازوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا چیلنج تھا: برادریوں حریت پسندانہ نظریہ کیسے بنایا جائے اور موجودہ نسب یا دشدید قابت کے موجودہ حالات میں ایک دوسرے کے تئیں مساوی احترام فروغ دیا جائے؟

اس مسئلہ کا حل نہایت آسان ہوتا اگر برادریوں (کمیونٹی) کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا ہوتا، جیسا کہ اکثر مغربی حریت پسند آئین کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہمارے ملک میں نا قابل عمل اور نا قابل خواہش ہوتا۔ یہ اس لئے نہیں کہ ہندوستانی، دوسروں کے مقابلہ میں، برادریوں سے زیادہ وابستہ ہیں۔ ہر جگہ افراد بعض ثقافتی برادریوں سے وابستہ ہوتے ہیں اور ایسی ہر برادری کیا اپنے اقدار، روایات، دستور اور زبان ہوتی ہے جو اس کے ممبران میں مشترک ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر فرانس یا جرمنی میں افراد کا تعلق لسانی برادری سے ہوتا ہے اور وہ اس سے گہرائی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ہم میں یہ فرق ہے کہ ان رشتوں کو ہم کھلے پن سے تسلیم کرتے

مجھے ہمیشہ حیرانی ہوتی ہے کہ میں کون ہوں؟ میریبیگ میں، میری، کتنی شناختیں پڑی ہیں: میری ایک مذہبی شناخت ہے، میری ایک لسانی شناخت ہے، میری رشتہ اپنے آبائی قصبہ سے ہے اور یقینا میں ایک طالب علم بھی ہوں

ہیں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہندوستان میں اکثر ثقافتی برادریاں ہیں۔ جرمنی یا فرانس کے بخالف، ہماری بہت سی لسانی اور مذہبی برادریاں ہیں۔ اس بات کو یقینی بنانا اہم تھا کہ کوئی برادری (کمیونٹی) دوسری برادری پر باقاعدہ حاوی نہ ہو۔ اسی لئے ہمارے آئین میں برادری کے نظریہ پر بنی حقوق کو تسلیم کیا گیا۔

ایک ایسا ہی حق مذہبی برادریوں کا ہے جس کے مطابق وہ اپنے تعلیمی ادارے قائم کرسکتی ہیں اور ان کا انتظام چلاسکتی ہیں۔ ایسے اداروں کو حکومتی امداد مل سکتی ہے۔ یہ سہولت ظاہر کرتی ہے کہ آئین مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ نہیں سمجھتا۔

سیکولرازم

سیکولر مملکتوں کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ مذہب کو ایک نجی معاملہ سمجھتی ہیں۔ یعنی وہ مذہب کو عوامی یا سرکاری حیثیت نہیں ہے؟ یہ مطلب نہیں ہے۔ حالاں کہ ابتداء میں لفظ سیکولر کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن آئین ہند ہمیشہ سے سیکولر رہا ہے۔ مغربی تصور یہ ہے کہ سیکولرزم کے معنی ہیں کہ انفرادی آزادی اور فد کے شہری حقوق کی حفاظت کے مدنظر، مملکت اور مذہب کو باہمی علیحدہ کردیا جائے

اس موضوع پر مزید معلومات آپ سیاسی نظریہ، میں حاصل کریں گے۔ باہمی علیحدگی کے معنی ہیں: مذہب اور مملکت دونوں کو ایک دوسرے کے داخلی معاملات سے دور رہنا چاہیے مملکت کو مذہب کے دائرہ میں دخل نہیں دینا چاہیے، اسی طرح مذہب کو مملکت کی حکمت عملی کے لئے حکم نہیں دیانا چاہیے اور نہ ہی اس کے کام کاج پر اثر ڈالنا چاہیے۔ دوسرے الفاظ میں، باہمی علیحدگی کے معنی ہیں کہ مذہب اور مملکت، سختی سے، ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں۔

سخت قسم کی علیحدگی کا کیا مقصد ہے؟ یہ افراد کی آزادی کے تحفظ کے لئے ہے۔ جن مملکتوں نے منظّم ماہب کی حمایت و مدد کی، ان کو پہلے سے زیادہ طاقت ور بنا دیا۔ جب مذہبی تنظیمیں، افراد کی مذہبی زندگی کو کنٹرول کرنا شروع کردیتی ہیں، جب وہ افراد کو یہ حکم دینے لگتی

کیا انھوں نے ہم کو سیاسی نظریہ کا کورس پڑھانا شروع کر دیا ھے؟

1۔ مشاورتی دائرہ اختیار Advisory Jurisdiction

© NCERT not to be republished

ہیں کہ خدا سے ان کا کیا مطلب ہونا چاہیے یا انہیں کس طرح عبادت کرنا چاہیے تو پھر افراد مملکت سے یہ امید کرنے لگتے ہیں کہ وہ ان کی مذہبی آزادی کی حفاظت کرے۔ لیکن اگر مملکت نے مذہبی تنظیموں سے ہاتھ ملا ہی لیا ہے تو وہ ان کو کیا مدد پیش کرے گی؟ لہٰذا، افراد کی مذہبی آزادی کی حفاظت کی خاطر، مملکت کو مذہبی تنظیموں کی مدد نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ، مملکت مذہبی تنظیموں کو کیسے کام کرنا چاہئے، یہ بھی نہ بتائے۔ اس سے بھی مذہبی آزادی میں رکاوٹ آئے گی۔ لہٰذا، مملکت، نہ مذہبی تنظیموں کی راہ میں رکاوٹ بھی نہ ڈالے۔ مختصراً میں، مملکت نہ تو مذاہب کی مدد کرے نہ ان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے۔ اس کے بجائے، اس سے انہیں دور ہی رکھا جائے یہ سیکولرازم کا مغربی تصور ہے جو رائج ہے۔

ہندوستان کے حالات مختلف تھے اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے، ہمارے آئین سازوں کو سیکولرازم کے ایک نعم البدل طرز پر محنت کرنا پڑی۔ انہوں نے دو مختلف وجوہات کی بنا پر، دو مختلف طریقوں سے، مغربی نظریہ کو چھوڑ دیا۔

◈ مذہبی گروہوں کے حقوق

اوّل، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے برادریوں کے درمیان مساوات کو اتنا ہی ضروری سمجھا کس قدر افراد کے درمیان مساوات کو۔ یہ اس وجہ سے کہ ایک شخص کی آزادی اور ذاتی احترام کا براہ راست تعلق اس کی برادری کے رتبہ سے ہے۔ اگر ایک برادری پر دوسری برادری حاوی ہے، تو اس کے ممبران بھی کم آزاد ہوں گے۔ دوسری جانب، اگر حاوی نہ ہوں تو رشتے مساوی ہوں گے اور وہ وقار، عزت اور آزادی سے چل سکیں گے۔ اس طرح، آئین ہند تمام مذہبی برادریوں کو حقوق عطا کرتا ہے جیسے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کی آزادی کا حق ہندوستان میں آزادی مذہب کے معنی ہیں : افراد اور گروہ دونوں کی آزادی مذہب۔

◈ ملکت کی دخل اندازی کا اختیار

دوسرے، ہندوستان میں علیحدگی کے معنی باہمی علیحدگی نہیں ہو سکتے تھے۔ ایسا کیوں ہے؟

میں جاننا چاہوں گی کہ بلا آخر کیا مملکت مذہب سے متعلق معاملات کو باضابطہ بناتی ہے یا نہیں؟ ورنہ، کوئی مذہبی اصلاح نہیں ہو سکتی

© NCERT not to be republished

کیوں کہ، مذہبی طور سے تصدیق شدہ روایات۔ جیسے چھوت چھات نے افراد کو ان کے بنیادی وقار اور نجی عزت سے محروم کیا ہوا تھا۔ ایسے دستور اتنی گہری جڑ پکڑے ہوئے تھے اور اس قدر حاوی تھے کہ مملکت کی موثر دخل اندازی کے بغیر ان کو ختم کرنے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ مملکت کو سیدھے سادے طریقہ سے مذہبی معاملات میں دخل دینا پڑا۔ ایسی دخل اندزی ہمیشہ منفی نہیں ہوتی۔ اپنے مذہبی تعلیمی اداروں کے نظم ونسق کے لئے مذہبی برادریوں کو، مملکت مدد دے سکتی تھی۔ اس طرح، آزادی اور مساوات جیسے اقدار کے فروغ کے لئے، مملکت مذہبی برادریوں کی مدد کر سکتی تھی یا ان کے کام میں روکاوٹ بھی ڈال سکتی۔ ہندوستان میں، مذہب اور مملکت کی علیحدگی کے یہ معنی نہیں کہ وہ باہمی علیحدگی اختیار کریں بلکہ اصولی فاصلہ رکھیں، ایک ایسا پیچیدہ خیال جو مملکت کو تمام مذہب سے فاصلہ پر رکھتا ہے تا کہ وہ ان کی مدد کرنے یا دخل اندازی کرنے کا کام کر سکے محض معاشرتی انصاف، مساوات اور آزادی کے فروغ کے لئے۔

اب تک ہم نے، آئین ہند کے تین بنیادی پہلوؤں کا مطالعہ کیا۔ یہی تین پہلو اس آئین کا بہترین حاصل بھی ہیں۔

- اول، ہماری آئین، حریت پسند انفرادیت (Liberal Individualism) کی مشکل کو دوبارہ ایجاد کرتا ہے اور اس کو نافذ بھی کرتا ہے۔ یہ ایک اہم کامیابی ہے کیوں کہ یہ اس معاشرہ کے پس منظر میں حاصل کی گئی ہے جہاں برادریوں کی اقدار، اکثر انفرادی آزادی کے تئیں مختلف اور مخالفانہ بھی ہیں۔
- دوسرے، ہمارا آئین، بغیر انفرادی آزادی سے کوئی سمجھوتہ کئے، سماجی یا معاشرتی انصاف کو بھی مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے۔ ذات کی بنا پر مثبت قسم کے عملی منصوبہ کے تئیں آئینی پابندی ظاہر کرتی ہے کہ ہندوستان، دوسری قوموں کے مقابلہ میں، کس قدر آگے تھا۔ کیا کوئی فراموش کر سکتا ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ (U.S.A) میں، 1964 کی شہری حقوق تحریک کے بعد ہی مثبت عملی منصوبہ شروع کئے گئے، ٹھیک بیس سال بعد جب ہندوستان کے آئین میں ان کو شامل کیا جا چکا تھا۔
- تیسرے، بین مذہبی تنازعات کے پس منظر میں، ہمارا آئین گروہی حقوق کا پابند ہے۔ (ثقافتی خاصیت کے اظہار کا حق)۔ اس سے نشاندہی ہوتی ہے کہ چالیس سال بعد منظر عام پر آنے والے نظریہ۔ کثیر ثقافیت (Multiculturalism)، سے بہت پہلے ہمارے آئین ساز ان حالات کا سامنا کرنے کے اہل وخواہاں تھے۔

© NCERT not to be republished

حق رائے دہی

دوسرے دو بنیادی پہلوؤں کو بھی کامیابیوں کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اول، حق رائے دہی کا پابند ہونا، کم تر حاصل نہیں تھا خاص طور سے اس ہندوستان میں جہاں عام طور پر یہ عقیدہ مقبول تھا کہ روایتی نسب پرستی اپنی جڑیں مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی اور ان کو ختم کرنا تقریباً ناممکن تھا جب کہ حال ہی میں خواتین اور مزدور طبقہ کو مغربی جمہوریتوں میں حق رائے دہی کیا گیا تھا۔

اعلیٰ طبقہ میں جب ایک بار۔ قوم کا نظریہ جڑ پکڑ گیا تو جمہوری حکومت کا خیال بھی ساتھ آ گیا۔ اس طرح، ہندوستانی قومیت کا تصور، معاشرہ کے ہر فرد کی مرضی پر منحصر سیاسی نظام کی حیثیت سے تشکیل پایا۔ حق رائے دہی کا تصور، قومیت کے دل میں محفوظ ہے۔ اتنا جلد جتنا آئین ہند کا مسودہ (1895)، ہندوستان کے لئے آئین کا مسودہ تیار کرنے کی ایک غیر سرکاری پہلی کوشش کی گئی۔ اس کے منصف نے اعلان کیا کہ ہر شہری، جو ہندوستان میں پیدا ہوا ہو، اس کو ملک کے معاملات میں حصہ داری کا حق حاصل ہوگا اور اس عوامی عہدوں پر داخلہ حاصل ہوگا۔ موتی لعل نہرو کمیٹی

الادی کرشنا سوامی ایئر
CAD, Vol. XI, p. 835.

> ''اسمبلی نے، حق رائے دہی بالغان کا اصول اختیار کیا ہے عام آدمی میں اور جمہوری کامیابی میں بہت زیادہ یقین کے ساتھ اور اس پورے یقین کے ساتھ کہ حق رائے دہی بالغان کی بنیاد پر جمہوری حکومت کا تعارف، فلاح کو فروغ دے گا۔''

1928 نے شہریت کے اس نظریہ کی دوبارہ تصدیق کی اور اس بات کو دوہرایا کہ کسی بھی جنس کا کوئی بھی شخص، جس نے اکیس سال کی عمر پوری کر لی ہو، اس کو ایوان نمائندگان یا پارلیمنٹ کے لئے حق رائے دہی حاصل ہوگا۔ چنانچہ، ابتداء سے ہی حق رائے دہی بالغان کو سب سے اہم اور قانونی آلہ کار تصور کیا گیا جس کے ذریعہ قوم کی رائے کا صحیح طریقہ سے اظہار ہو سکے۔

یقینا یہ بات نہایت فخر کی ہے کہ ایک شخص ایک ووٹ کا اصول بغیر کسی مقابلہ آرائی کے تسلیم کر لیا گیا ۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ دوسرے بہت سے ممالک میں خواتین کو اپنے حق رائے دہی کے لئے جدو جہد کرنا پڑی؟

© NCERT not to be republished

وفاقیت

دوسرے، جموں وکشمیر سے متعلق (دفعہ 370) اور شمال مشرق سے متعلق (دفعہ 371) دفعات کا تعارف کراتے ہوئے، آئین ہند نے غیر متناسب وفاقیت کے نہایت اہم نظریہ کی پیشن گوئی کی۔ وفاقیت کے باب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ آئین نے ایک مضبوط مرکزی حکومت میں تخلیق کی ہے۔ لیکن آئین ہند کے وحدانی رجحان کے باوجود، اسی وفاق میں مختلف اکائیوں کے قانونی رتبہ اور اختیارات سے متعلق آئینی اختلافات موجود ہیں۔ امریکی وفاقیت کی آئینی مناسبت کے برخلاف، ہندوستانی وفاقیت، آئینی طور پر غیر متناسب ہے بعض چھوٹی اکائیوں کی مخصوص ضروریات کو پورا کرنے کی غرض سے، اصلی شکل میں یہ بات ہمیشہ سے شامل تھی کہ ان کے ساتھ انوکھے رشتے قائم کئے جائیں گے یا ان کو مخصوص رتبہ دیا جائے گا۔

مثال کے طور پر، ہند یونین کے ساتھ جموں وکشمیر کا الحاق اس وعدہ پر کیا گیا تھا کہ دفعہ 370 کے تحت، ریاست کی خودمختاری کی حفاظت کی جائے گی۔ یہ واحد ریاست ہے جس کی اپنے آئین تحت حکومت ہے۔ اسی طرح، دفعہ 371A کے ذریعہ شمالی مشرقی ریاست۔ ناگالینڈ کو ایک مخصوص درجہ عطا کیا گیا۔ ناگالینڈ کے حدود میں موجودہ قوانین کی، یہ دفعہ نہ صرف تصدیق وتوثیق کرتی ہے بلکہ مقامی شناخت کے تحفظ کے لئے، تبدیلی وطن پر پابندی عائد کرتی ہے۔ بہت سی دوسری ریاستوں کو بھی ایسے مخصوص دفعات کے ذریعہ سہولیات حاصل ہیں۔ آئین ہند کے مطابق، گویا اس مختلف سلوک میں کچھ بھی خراب نہیں ہے۔

اگرچہ ابتداء میں، آئین نے اس پر خاص طور سے غور نہیں کیا تھا لیکن اب ہندوستان ایک کثیر لسانی گروہ کو سیاسی طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے۔ اور سب کے ساتھ مساوی سلوک ہوتا ہے۔ اس طرح، ہندوستان کی جمہوری اور مربوط کردیا ہے۔ ایک بہت بڑا اور اچھا سیاسی میدان کارزار موجود ہے جو کثیر شناختوں کے عمل کی اجازت دیتا ہے جو ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

میں واقعی متاثر ہوگئی ہوں۔ کون کہتا ہے کہ ہمارا آئین نقل کیا ہوا ہے؟ ہرایک لئے گئے پھلو پر ہم نے اپنا ممتاز نقش چھوڑا ہے۔

قومی شناخت

اس طرح، آئین مسلسل ایک مشترکہ قومی شناخت کی تائید کرتا ہے۔ وفاقیت کے باب میں، آپ نے مطالعہ کیا، کس طرح ہندوستان نے علاقائی شناختوں کے ساتھ قومی شناخت کو قائم رکھنے کی جدوجہد کی۔ مندرجہ بالا ذکر سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مشترکہ قومی شناخت، ممتاز مذہبی اور لسانی شناختوں کے ساتھ ناموافق نہیں تھا۔ پھر بھی بعض حالات کے تحت ایک مشترکہ شناخت کو فوقیت دی گئی۔ یہ اس بحث سے واضح ہو جاتا ہے جس میں آئین نے، مذہبی بنیاد پر علیحدہ حق رائے دہی کو نامنظور کر دیا تھا۔ علیحدہ رائے دہندگان کے نظریہ کو اس لئے رد نہیں کیا گیا کہ اس سے مختلف مذاہب کے درمیان اختلافات بڑھ جائیں گے یا اس سے قومی اتحاد کے تصور کو خطرہ لاحق تھا بلکہ اس لئے کہ یہ صحت مند قومی زندگی کے لئے خطرہ تھا۔ جبراً اتحاد قائم کرنے کی بجائے ہمارے آئین نے سچی اخوت کو فروغ دینا چاہتا تھا یہی تصور اور مقصد ڈاکٹر امبیڈکر کے دل عزیز تھا۔ جیسا کہ سردار پٹیل نے اس کو محفوظ کیا، خاص مقصد ایک برادری پیدا کرنا تھا۔

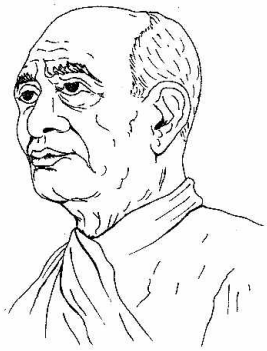

سردار پٹیل

CAD, Vol. VIII, p. 272.

''لیکن آئندہ طویل عرصہ میں، یہ سب کے مفاد میں ہوگا کہ وہ بھول جائیں اقلیت یا اکثریت اس ملک میں کوئی چیز ہے اور یہ کہ ہندوستان میں صرف ایک برادری ہے۔''

© NCERT not to be republished

ضابطہ کے حصول

یہ پانچ بنیادی پہلو وہ ہیں حق کو آئین کی حقیقی کامیابیاں قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ کچھ اور ضابطوں سے متعلق کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔

- اوّل، آئین ہند، سیاسی گفتگو میں یقین ظاہر کرتا ہے۔ ہم فواقف ہیں کہ بہت سے گروہوں اور بہت سے مفادات کو آئین ساز مجلس میں مناسب نمائندگی حاصل نہ ہوسکی۔ لیکن آئین ساز مجلس کے اندر بحث ومباحثے واضح کرتے ہیں کہ آئین ساز زیادہ سے زیادہ شامل کرنے کا نقطہ نظر رکھتے تھے۔ فراخ مقاصد کا یہ نقطہ نظر لوگوں کی اس خواہش کا اظہار کرات ہے کہ وہ اپنے موجودہ پسندیدہ چیزوں کو دلائل کی بنا پر، خودغرضی کی بنا پر نہیں، جائز قرار دینا چاہتے تھے۔ یہ ان کی خواہش کا بھی اظہار کرتا ہے کہ وہ نااتفاقی اور اختلافات میں بھی ایک تخلیقی قدر کی شناخت کے خواہاں تھے۔
- دوسرے، اس سے ہم آہنگی و مصلحت پسندی جھلکتی ہے۔ یہ الفاظ مصلحت پسندی اور ہم آہنگی کو ہمیشہ نا منظوری کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ تمام مصالحتیں خراب نہیں ہوتیں۔ اگر کوئی قیمتی شے محض ذاتی مفاد کے لئے فروخت کردی جاتی ہے تب ہم مصالحت پسندی کو برا سمجھ سکتے ہیں اور یہ قدرتی ہوگا۔ لیکن اگر ایک قیمتی شے کا کچھ حصہ دوسری قیمتی شے کے کچھ حصہ سے بدل لیا جاتا، خاص طور سے آزاد باہمی گفتگو کے ذریعہ اور مساوات کی بنا پر، اس طریقہ سے مصلحت پسندی پر شاید ہی اعتراض کیا جائے۔ ہم اہم تھا اور اس پر اخلاقی الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کے علاوہ، اس خال کی بھی ستائش کی جانی چاہیے جس کے تحت تمام اہم مسائل اور موضوعات پر طویل گفتگو کے بعد اتفاق رائے سے فیصلے لئے گئے۔

اداروں کی تشکیل میں مصالحت پسندی کو میں سمجھتا ہوں لیکن تنازع اصولوں کو کیسے ہم آہنگ کیا جاسکتا ہے۔

تنقید

آئین ہند پر بہت سی تنقیدیں کی جاسکتی ہیں جس میں سے تین کا مختصر ذکر یہاں کیا جاسکتا

© NCERT not to be republished

ہے۔اول، یہ بہت ضخیم ہے۔دوسرے غیر نمائندہ ہے اور تیسرے یہ کہ ہمارے حالات سے اجنبی ہے۔

یہ تنقید کہ یہ ضخیم ہے، اس فریضہ پر مبنی ہے کہ کس ملک کا پورا آئین ایک مکمل دستاویز کی شکل میں ملتا ہے۔لیکن یہ ان ممالک کے سلسلہ میں سچ نہیں ہے۔جیسے ریاست ہائے متحدہ امریکہ جن کا ایک پیوست آئین نہیں ہے۔یہ حقیقت کہ کسی ملک کا آئین ایک پیوست شناخت رکھتا ہے اور دوسرے دستاویزات، آئینی حیثیت کے ساتھ شناخت رکھتا ہے۔گویا یہ ممکن ہے کہ اہم آئینی بیانات اور اعمال کو ایک پیوست دستاویز سے باہر تلاش کیا جائے۔ہندوستان کے معاملہ میں، ایسی بہت سی تفصیلات، مشق وعمل، اور بانات ایک دستاویز میں شامل ہیں۔جس نے اس دستاویز کو کافی ضخیم بنا دیا ہے۔مثال کے طور پر، بہت سے ممالک، انتخابی کمیشن، یا سول سروس کمیشن سے متعلق طویل دفعات کو آئین میں تحریر نہیں کرتے۔لیکن، ہندوستان میں، اسے تمام معاملات کو خود آئین توجہ دیتا ہے۔

آئین پر دوسری تنقید یہ کی جاتی ہے کہ یہ پوری طرح سے نمائندگی نہیں کرتا۔کیا آپ کو یاد ہے کہ آئین ساز اسمبلی کیسے بنائی گئی تھی؟ اس وقت، حق رائے دہندہ بالغان نہیں دیا گیا تھا اور زیادہ تر ممبران ترقی یافتہ معاشرہ سے تعلق رکھتے تھے۔کیا یہی بات ہمارے آئین کو غیر نمائندہ بناتی ہے۔

یہاں ہمیں نمائندگی کے دو حصوں کے درمیان امتیاز کرنا ہوگا۔ایک وہ جس کو آواز کہتے ہیں دوسرے: رائے۔نمائندگی میں آواز بہت اہم ہے۔لوگوں کی اپنی زبان یا آواز میں شناخت ہونی چاہیے نہ کہ حکمرانوں کی آواز میں۔اگر ہم اس زاویہ سے آئین ہند کو دیکھیں تو یہ واقعی غیر نمائندہ ہے کیونکہ آئین ساز مجلس کے ممبران کا

انتخاب، محدود حق رائے دہی کی بنا پر ہوا تھا۔حق رائے دہندہ بالغان کی بنا پر نہیں۔البتہ، اگر ہم دوسرے زاویہ سے دیکھیں تو ہم پائیں گے کہ یہ مکمل طریقہ سے غیر نمائندہ نہیں ہے۔یہ دعویٰ کہ آئین ساز اسمبلی میں ہر طبقہ کی رائے کو نمائندگی حاصل ہوئی

یقینا ! کیا ہم نے پہلے باب میں یہی نہیں پڑھا؟ معاشرہ کے ہر طریقہ کے پاس ، اس کی پیروی کے لئے ایک ٹھوس وجہ ہونی چاہیے

© NCERT not to be republished

مبالغہ آرائی ہوگی لیکن اس میں کچھ سچ ہے۔ آئین ساز مجلس میں ہوئے بحث ومباحثوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان میں وسیع قسم کے مسائل اور رائے کا ذکر ملتا ہے۔ ممبران نے نہ صرف ذاتی معاشرتی اہمیت کے مدعوں کو اٹھایا بلکہ بہت سے مختلف معاشرتی طبقات کے مفادات اور مسائل پر بھی بحث کی۔

کیا یہ محض اتفاق ہے کہ ہر دوسرے شہر کے چوراہے پر ڈاکٹر امبیڈکر کا مجسمہ، جس کے ہاتھوں میں آئین ہند کی نقل ہے، لگا ہوا ہے۔ ان کے احترام میں نشانی سے بہت دور، یہ دلتوں کے اس احساس کا اظہار بھی کرتا ہے کہ آئین ہند نے ان کی بہت سی آرزوؤں کا عکس پیش ہے۔

ایک آخری تنقید یہ کی جاتی ہے کہ آئین ہند پورے طریقہ سے اجنبی ہے۔ دفعہ در دفعہ، غیر ملکی آئینوں سے ماخوذ کئے گئے۔ اور یہ آئین، ہند ہندوستانی عوام کے ثقافتی پہلوؤں کی غمازی نہیں کرتا۔ بہت سے لوگ یہ تنقید کرتے ہیں یہاں تک کہ خود آئین ساز مجلس میں بہت سی آوازیں اسی طرز پر گونجیں۔

یہ دوست ہے کہ آئین ہند جدید ہے اور کچھ حد تک مغربی کیا آپ کو یاد ہے کہ ہم نے پہلے باب میں ان ذرائع کی فہرست دی تھی جہاں سے آئین ہند اخذ کیا گیا ہے؟ لیکن اس باب میں، آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ یہ اندھی نقل نہیں تھی۔ یہ ایجادانہ قرض لینا تھا۔ اس کے علاوہ ہم دیکھیں گے، کہ یہ بالکل اجنبی نہیں ہے

> ''۔۔۔۔۔ہم دنیا یا ستار کی موسیقی خواہاں تھے لیکن یہاں ہمیں اگریزی بینڈ کی موسیقی ملی۔ کیونکہ ہمارے آئین سازوں نے اس کی تعلیم حاصل کی تھی۔۔۔۔۔۔۔ بالکل ٹھیک یہی آئین کے متعلق بات ہے جو مہاتما گاندھی نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی اس پر انہوں نے غور کیا۔'' کے۔ تہومن تھیا۔

اوّل، بہت سے ہندوستانی، فکر کے جدید طریقے اختیار کرنا نہیں چاہتے تھے، لیکن ان کو انہوں نے اپنا لیا۔ ان کے لئے، مغربیت کے ان کی اپنی روایات میں گندگی کے خلاف احتجاج کی شکل حاصل کر لی تھی۔ راجہ رام موہن رائے نے اس رجحان کی ابتداء کی اور وہ آج تک دلتوں کے ذریعہ جاری ہے۔ درحقیقت، اس قدر پہلے جتنا 1841، یہ غور کیا گیا کہ شمالی ہند کے دلت اس بات سے خوف زدہ نہیں تھے کہ نئے نافذ کردہ قانونی نظام کا استعمال کریں اور اپنے ہی زمینداروں کے خلاف مقدمے دائر کریں۔ لہٰذا اس نئے قانونی نظام کو عوام نے وقار اور

انصاف کے مسائل سمجھانے کے لئے، موثر طریقہ سے استعمال کیا۔

دوسرے، جب مغربی جدیدیت، مقامی ثقافتی نظام کے ساتھ رابطہ قائم کرنے لگی تو ایک تکثیری ثقافت ابھرنے لگی۔ ممکن ہے تخلیق ہم آہنگی کی وجہ سے ایسا ہوا جس کے لئے نہ مغربی جدیدیت میں گنجائش تھی اور نہ ہی مقامی روایات میں۔ مشرقی معاشروں میں ایک نئے قسم کی جدیدیت پیدا ہو رہی تھی۔ یہ معاشرے نہ صرف اپنے ماضی کی روایات سے ناطہ توڑ رہے تھے بلکہ اس مغربی معاشرہ کی تہذیب سے بھی چھٹکارا پانا چاہتی تھیں جو ان معاشروں پر جبراً تھوپا گیا تھا۔ یہ ایک عمل تھا جس میں کوئی چیز قرض نہیں لی گئی بلکہ چیزوں کو اپنے حالات اور ضروریات کے مطابق ڈھالا جا رہا تھا۔

بندشیں

کوئی دستاویز مکمل نہیں ہو سکتی۔ کوئی میعار و مقاصد پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن کیا اس کے معنی ہیں کہ ہمارے کوئی میعار نہ ہوں؟ کوئی بصیرت نہ ہو؟ کیا میں صحیح ہوں؟

یہ سب کہنے کا مطلب نہیں ہے کہ آئین ہند ایک مکمل اور بے نقص دستاویز ہے۔ جن معاشرتی حالات میں آئین کی تشکیل ہوئی وہاں یہ قدرتی بات رہی ہوگی کہ بہت سے متنازع مسئلے اٹھائے گئے ہوں گے اور یہ بھی بہت سے ایسے معاملات ہوں گے جن پر زیادہ احتیاط سے غور و فکر ہونا تھا۔ اس آئین کے بہت سے پہلو ایسے ہیں جو اس ناکہانی وقت کی ضروریات کا نتیجہ ہیں۔ تاہم ہمیں یہ مان لینا چاہیے کہ اس آئین پر بہت بندشیں لگائی گئی ہیں۔ آیئے ان بندشوں کا مختصر طور پر ذکر کریں۔

- اول آئین میں، قومی اتحاد کا تصور، مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔
- دوسرے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئین جنسی انصاف کے بعض اہم مسائل خاص طور سے خاندان کے اندرونی انصاف کو غلط معنی پہنا دیئے ہیں۔
- تیسرے، یہ واضح نہیں ہے کہ ایک غیر ترقی پذیر ملک میں، بعض بنیادی اور نہایت اہم معاشرتی، اقتصادی حقوق کو، بنیادی حقوق کا مستقل حصہ بنانے کے بجائے، مملکت کے ہدایتی اصولوں میں ڈال دیا گیا۔

ان بندشوں کے متعلق جواب دینا ممکن ہے، یہ واضح کیا جا سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا، یہاں

© NCERT not to be republished

تک ان پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے۔لیکن یہ ہمارا نقطۂ نظر نہیں ہے ہم اس بات پر بحث کر رہے ہیں۔ کہ ان بندشوں سے، فلسفہ آئین کو کوئی بڑا خطرہ لاحق نہیں ہے۔

اختتام

گذشتہ باب میں ہم نے آئین بحیثیت ایک زندہ دستاویز کا بیان کیا۔ یہ آئین کے وہ بنیادی پہلو ہیں جو اس کو ایک زندہ دستاویز کا رتبہ عطا کرے ہیں۔ قانونی دفعات اور اداراتی انتظامات کا انحصار، معاشرہ کی ضروریات اور اس کے ذریعہ اختیار کردہ فلسفہ پر ہوتا ہے۔ آئین اس فلسفہ کو اظہار دیتا ہے۔ اداراتی انتظامات جن کا مطالعہ ہم نے اس پوری کتاب میں کیا، ان کا انحصار ایک بنیادی اور اتفاق رائے سے تسلیم کردہ بصیرت پر ہوتا ہے۔ اس بصیرت نے قومی تحریک کی جدوجہد کے دوران فروغ حاصل کیا۔ آئین ساز مجلس کے پلیٹ فارم پر اس بصیرت کو پیش کیا گیا۔ بہتر سے بہتر بنایا گیا اور اس کو قانونی۔ اداراتی شکل دی گئی۔ گویا، آئین اس بصیرت کا جسم بن گیا۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ اس بصیرت یا فلسفہ آئین کا بہترین اختصار، آئین کی تمہید میں موجود ہے۔

کیا آپ نے اس تمہید کا غور سے مطالعہ کیا؟ اس میں مذکور مختلف مقاصد کے علاوہ، تمہید ایک نہایت عاجزانہ دعویٰ کرتی ہے: عظیم لوگوں کے ذریعہ یہ آئین عوام کو دیا نہیں گیا ہے، یہ تیار کیا گیا ہے اور اس کو اختیار کیا ہے: ''ہم نے'' ہندوستان کے عوم'' نے گویا عوام نے اپنی تقدیر خود تحریر کی اور جمہوریت وہ آلہ ہے جس کو اپنا ''آج'' اور مستقبل بنانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ آئین کا مسودہ تیار کرنے کی پانچ دہائیوں سے بھی زیادہ بعد تک، ہم نے بہت سے معاملات پر ایک دوسرے سے جھگڑا کیا، ہم نے مشاہدہ کیا کہ آئین کی بہت سی تشریحات پر عدالتوں اور حکومتوں کے درمیان اختلاف الرائے ہوا، مرکز اور ریاستوں

© NCERT not to be republished

کے درمیان اختلاف الرائے رہے اور سیاسی جماعتوں نے تلخ ترین لڑائی۔ آپ اگلے سال مطالعہ کریں گے کہ ہمارے ملک کی سیاست، مسائل اور خامیوں سے بھری پڑی ہے۔ اور پھر بھی، اگر آپ کسی سیاست داں یا ایک عام شہری سے سوال کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر شخص اس بصیرت، اس مقصد میں حصہ جاری رکھنا چاہتا ہے جو ہمارے آئین میں موجود ہے۔ مساوات، آزادی اور اخوات کے اصولوں پر ایک ساتھ رہنا اور خوش حالی کرنا چاہتے ہیں۔ اس بصیرت میں یہ شرکت یا آئین کے فلسفہ میں حصہ داری۔ دراصل ہمارے آئین کی تعمیل کا پیش قسمیت نتیجہ ہے۔ 1950 میں، آئین سازی ایک عظیم شدہ مقصد تھا۔ آج آئین کی فلسفیانہ بصیرت کو زندہ رکھنا ہمارا سب سے اعلیٰ مقصد ہے۔

مشق

1۔ ذیل میں بعض قوانین درج کئے گئے ہیں۔ کیا وہ کسی قدر یا میعار سے وابستہ ہیں؟ اگر ہاں، تو اس کے پس پردہ کون سی قدر ہے؟ وجوہات بیان کیجئے:

(a) بیٹے اور بیٹیاں دونوں کو خاندانی جائداد میں حصہ حاصل ہوگا۔

(b) مختلف صارف سامان پر ٹیکس کے الگ الگ پیمانے ہوں گے۔

(c) کسی سرکاری اسکول میں مذہبی تعلیمات نہیں دی جائیں گی۔

(d) 'بیگار' یا جبراً مزدوری نہیں ہوگی۔

2۔ نیچے دئے گئے بیان کو مکمل کرنے کے لئے، ان میں سے کون سی بات کو استعمال نہیں کیا جائے گا:

جمہوری ممالک کو آئین کی ضرورت ہوتی ہے۔

(i) حکومت کے اختیارات کو چیک کرنے کے لئے،

(ii) اقلیتوں کو اکثریت سے محفوظ رکھنے کے لئے،

© NCERT not to be republished

(iii) نوآبادیاتی حکمرانی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے۔

(iv) یہ یقینی بنانے کے لئے کہ وقتی جذبات میں دیرپا بصیرت کھو نہ جائے۔

(v) پرامن طریقہ سے معاشرتی تبدیلی لانا۔

3۔ آئین ساز مجلس کے مباحثوں کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے کے لئے مختلف نقطہ نظر، درج ذیل ہیں۔

(i) ان میں سے کون سے بیانات دلیل دیتے ہیں کہ وہ آج بھی اہمیت رکھتے ہیں؟

(ii) کون میں سے کس نقطہ نظر سے آپ اختلاف رکھتے ہیں اور کیوں؟

(a) عام لوگ روزگار اور روزمرہ کے مختلف دباؤ کا سامنا کرنے میں بہت زیادہ مصروف ہیں۔ وہ ان مباحثوں کی قانونی زبان نہیں سمجھ سکتے۔

(b) جب آئین کی تشکیل ہوئی، اس وقت کے حالات اور تقاضوں، موجودہ دور کے حالات اور تقاضوں میں بہت فرق ہے۔ آئین سازوں کے خیالات کو سمجھنا اور موجودہ وقت کے لئے ان کو استعمال کرنا ایسا ہی ہے کہ ماضی کو جدید دور میں لے آئیں۔

(c) دنیا اور جدید تقاضوں کو سمجھنے کے ہمارے طریقے بالکل نہیں تبدیل ہوئے ہیں۔ آئین ساز مجلس کے مباحثوں سے ہمیں دو دلائل حاصل ہو سکتے ہیں کہ بعض عمل اب بھی اہم ہیں۔ ایک ایسے دور میں جہاں آئینی عمل کو چیلنج کیا جا رہا ہے، ان کی درپردہ وجوہات کو نا سمجھ کر، ہم ان کو تباہ کر سکتے ہیں۔

4۔ درج ذیل کی روشنی میں، آئین ہند اور مغربی تصورات کے فرق کی تفصیل بیان کیجئے:

(a) سیکولرازم کو سمجھنا (b) دفعہ 370 اور 371 (c) مثبت عمل (d) حق رائے دہندگی بالغاں

5۔ درج ذیل میں سے سیکولرازم کے کون سے اصول، آئین ہند میں اختیار کئے گئے ہیں؟

(a) مملکت کو مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔

(b) مملکت، مذہب سے گہرا رابطہ قائم کرے گی۔

(c) مملکت، مذہب کے درمیان تفریق کر سکتی ہے۔

(d) مملکت، مذہبی گروہوں کے حقوق تسلیم کرے گی۔

(d) مملکت، مذہب کے معاملات میں محدود دخل اندازی کا حق رکھے گی۔

© NCERT not to be republished

6۔ درج ذیل کو ملایئے

(a) بیواؤں کے ساتھ سلوک پر تنقید کرنے کی آزادی	(i) مستقل کامیابی
(b) ذاتی مفاد کی بنا پر نہیں بلکہ دلیل کی بنا پر، آئین ساز اسمبلی میں فیصلے لینا	(ii) ضابطہ کی کامیابی
(c) فرد کی زندگی میں برادری کی اہمیت قبول کرنا	(iii) جنسی انصاف سے انکار
(d) دفعہ 370 اور 371	(iv) حریت پسند انفرادیت
(e) خاندانی جائداد اور بچوں سے متعلق خواتین کو مساوی حقوق نہ دینا	(v) کسی مخصوص علاقہ کی ضرورتوں پر توجہ

7۔ یہ بحث ایک کلاس میں ہوئی۔ مختلف دلیلوں کو پڑھئے اور بتایئے ان میں سے کس سے آپ اتفاق کرتے ہیں اور کیوں؟

جیش : میرا اب بھی یہ خیال ہے کہ ہمارا آئین دوسروں سے لیا ہوا ہے۔

صبا : کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس میں کچھ بھی ہندوستانی نہیں ہے؟ لیکن کیا اقدار اور خیالات میں بھی کچھ ہندوستانی یا مغربی ہوتا ہے؟ مرد اور خواتین کے درمیان مساوات کو ہی لیجئے۔ اس میں کیا چیز مغربی ہے؟ اور اگر کچھ ہے بھی تو کیا ہم اس کو صرف اس لئے رد کر دیں کہ وہ مغربی ہے،

جیش: میرا یہ مطلب ہے کہ برطانیہ سے آزادی کے لئے لڑائی کرنے کے بعد، ہم نے انہیں کے پارلیمانی نظام کو، کیوں اختیار کیا؟

نیہا : تم بھول گئے ہو کہ جب ہم نے برطانیہ سے لڑائی کی تو ہم برطانیہ کے خلاف نہیں تھے، ہم تو آبادیات کے اصول کے خلاف تھے۔ اس بات کا، ایک نظام حکومت سے کچھ لینا دینا نہیں جو ہم چاہتے تھے، خواہ وہ کہیں سے آیا ہو۔

8۔ یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ آئین ہند پوری طرح سے نمائندگی نہیں کرتا؟ کیا اس طرح یہ آئین غیر نمائندہ آئین ہے؟ اپنے جواب وجوہات کے ساتھ دیجئے۔

9۔ آئین ہند کی بندشوں میں سے ایک حد ہے کہ اس نے جنسی انصاف کو اچھی طرح توجہ نہیں دی۔ اس الزام کے حق میں آپ کیا شہادت پیش کر سکتے ہیں؟ اگر آج آپ آئین ہند تحریر کریں تو اس خامی کو پورا کرنے

© NCERT not to be republished

کے لئے کون سی دفعات شامل کریں گے؟

10۔ کیا آپ اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ ''یہ واضح نہیں ہے کہ ایک غریب، ترقی پذیر ملک میں، مملکت کے ہدایتی اصولوں میں ڈال دیا گیا؟'' اپنے جواب کے حق میں دلیل دیجئے۔ آپ کا خیال ہے کہ معاشرتی و اقتصادی حقوق کو ہدایتی اصولوں کے حصہ میں کیوں رکھا گیا اس کی ممکنہ وجوہات کیا ہوسکتی ہیں؟

© NCERT not to be republished